اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہا جاتا ہے کہ بین المذاہب مکالمے کی جاری تحریک میں مسیحی مذہبی رہنما پیش پیش ہیں جبکہ مسلمان علمائے کرام اسے چنداں قابلِ اعتناء خیال نہیں کرتے۔ علمائے کرام کی عدمِ دلچسپی کے اسباب کیا ہیں؟ زیادہ بہتر طور پر علمائے کرام ہی اس مسئلے پر روشنی ڈال سکتے ہیں، تاہم بین المذاہب مکالمے کی تحریک کا تقاضا ہے کہ دینی مدارس میں مقارنتہ الادیان کے مضمون کو نسبتاً زیادہ اہمیت دی جائے۔ یوں تو دینی مدارس کے درجاتِ عالمیہ و عالیہ میں اس مضمون کا ایک ایک پرچہ شامل ہے مگر اس لازمی پرچے کے ساتھ بعض منتہی طَلبہ کے لیے قرآن و حدیث، فقہ و قانون اور تاریخ اسلام میں تخصص کے ساتھ ساتھ عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور دوسرے عالمی مذاہب کے مطالعہ میں مہارت خصوصی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

مقارنتہ الادیان کی روایت ماضی میں مسلمان علمائے کرام کے حلقوں میں بڑی جان دار رہی ہے۔ علمائے کرام کو غیر مسلم آبادی اور اس کے رہنماؤں کے ہاں عزت واحترام کا وقیع مقام حاصل تھا۔ اس میں ان کے تقویٰ اور خداخوفی کے ساتھ ساتھ مقارنتہ الادیان میں ان کی مہارت کا بھی حصہ تھا۔ ماضی کی ایک جھلک مولانا محمد حبیب الرحمٰن خان شروانی کے الفاظ میں دیکھیے۔ وہ علمائے کرام کے ساتھ "غیر مذاہب کے لوگوں کی محبت" کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> عباد ابن عوام ناقل ہیں کہ جب امام منصور تابعی کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے علاوہ یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے گروہ جدا جدا قائم کیے ہوئے ان کے جنازے کے ساتھ تھے۔ امام ابوالعلاء کبھی کبھی (ہمدان سے) اپنے وطن کو جمعہ پڑھنے جایا کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لے جاتے تو اہلِ شہر ان کی مشایعت کے لیے شہر سے باہر کھڑے ہوجاتے۔ ایک جماعت مسلمانوں کی ہوتی اور ایک گروہ یہودیوں کا۔ جب ان کو دیکھتے تو دونوں فریق دعا دیتے۔ ابوالفتح کمال الدین شافعی کے پاس یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل پڑھنے آیا کرتے تھے۔ فقیہ ممدوح نے ان کے ماننے والوں کی خاطر ان دونوں کتابوں کی شرح لکھی تھی۔ امین الدولہ ابن تلمیذ بغداد کے مشہور عیسائی طبیب کا مکان شہرۂ روزگار مدرسہ نظامیہ کے پڑوس میں تھا۔ جب کوئی طالب علم مدرسۂ مذکورہ کا بیمار ہوتا تو یہ نیک دل طبیب اس کو اپنے مکان پر لے آتا۔ اس کا علاج کرتا اور ہر قسم کی آسائش کی خبر رکھتا اور بعد صحت پھر مدرسے میں پہنچا دیتا۔ طبیب موصوف

کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیبِ نفس اور شرافتِ خصلت میں وہ بے نظیر تھا۔ جب اس نے وفات پائی تو ابن خلکان کہتے ہیں کہ شہر بغداد کے دونوں حصوں میں کوئی قابلِ ذکر شخص ایسا نہ تھا جو اس کے جنازہ کے ساتھ گرجے میں نہ آیا ہو۔

[علمائے سلف و نابینا علماء، لاہور: سجاد پبلشرز (۱۹۵۹ء)، ص ۱۲۷-۱۲۸]

کیا اس روایت کا احیاء ممکن نہیں؟ مسلمان علمائے کرام اور غیر مسلم آبادی دونوں کے لیے لمحۂ فکر و عمل ہے۔

سفیر اختر